والدین پر اولاد کے حقوق

مصنف: ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
مشیر شرعی برائے مجلس اعلی امور اسلامی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: والدین پر اولاد کے حقوق
نام مصنف: ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
صفحات: ۴۶
قیمت:
سن اشاعت:

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	پیشِ لفظ	۳
۲	مقدمہ	۴
۳	ایمانی فرائض	۷
۴	عملی ذمہ داریاں	۱۷
۵	نمبر ایک: شادی سے پہلے کا مرحلہ	
۶	نمبر دو: ولادت سے پہلے کا مرحلہ	۹
۷	نمبر تین: ولادت کے بعد سے طفولت (بچپن) تک مرحلہ	۲۳
۸	نمبر چار: بچپن سے بلوغ تک مرحلہ	۲۷
۹	نمبر پانچ: بلوغ کے بعد عقل کی پختگی تک کا مرحلہ	۳۷
۱۰	نمبر چھ: عقل کی پختگی سے جوانی تک کا مرحلہ	۴۳
۱۱	خلاصہ	۴۸

پیش لفظ

الحمد لله و الصلوة و السلام علی خیر الهداة سیدنا محمد و علی آله و صحبه و من والاه، و بعد . . .

یہ ''مجلسِ اعلی برائے امورِ اسلامی'' کی نئی (**المجلس الأعلی للشؤون الاسلامیة**) کے سلسلۂ اشاعت کی تیرہویں کڑی ہے، جس کا موضوع ''معاشرتی وتربیتی مسائل'' ہے۔ اللہ کا فضل و احسان ہے کہ مجلس معاشرتی اور خاندانی مسائل کو مستقل اپنا موضوع بنائے ہوئے ہے۔

اس نئی کڑی میں محترم جناب ڈاکٹر صلاح الدین ایک عملی نظریہ پیش کر رہے ہیں، جس کی ہر والدین کو ضرورت ہے، تاکہ وہ اپنے بیٹے بیٹیوں کی ایمانی و اخلاقی تربیت کر کے اور ان کو برائیوں سے بچا کر اور اعمالِ حسنہ کی تعلیم دے کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کر سکیں، اور دنیا میں بھی اچھے لوگوں میں ان کا شمار ہو اور قیامت میں بھی اللہ کی مشیت سے جنت میں ہمارا اور ان کا ساتھ ہو۔ اللہ تعالی ہم سب کو توفیق سے نوازے۔ آمین

عبداللہ بن خالد آل خلیفہ
صدر مجلس اعلی برائے اسلامی امور
جمادی الأولی ۱۴۲۹ھ

مقدمہ

الحمد للہ الذی جعل لنا من انفسنا ازواجا، و جعل لنا من ازواجنا بنین و حفدۃ،

والصلوۃ والسلام علی خیر الآباء لخیر الابناء و اصحابہ و آل بیتہ الاصفیاء،

و من تبعھم باحسان الی یوم اللقاء برب الارض والسماء، و بعد...

(تمام تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمارے لئے جوڑے بنائے، اور پھر ان سے بیٹے اور پوتے بنائے۔ درود و سلام ہو بہترین اولاد کے بہترین باپ (محمد ﷺ) پر اور تمام پاک وصاف اہل بیت پر، اور قیامت تک آنے والے ان تمام لوگوں پر جو صحیح طور پر ان کا اتباع کریں)۔

امابعد! آج دنیا میں ان لوگوں کے حقوق کے سلسلے میں تو عام طور پر بات کی جارہی ہے جو بااثر ہیں اور جن کے پاس دولت بھی ہے اور سطوت بھی، جیسے والدین کے حقوق۔ لیکن ضعیف، مسکین اور لاچار اولاد کے حقوق کے بارے میں گفتگو ہوتی بھی ہے تو بہت کم ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے میری ترجیح ہے کہ بات کا آغاز اولاد کے حقوق سے کروں، کہ والدین پر شادی سے قبل، پھر ولادت سے پہلے، پھر ولادت کے بعد بچپن سے بلوغ تک اور آخر میں جوانی میں اولاد کے کیا حقوق لاگو ہوتے ہیں۔

میری پوری کوشش ہے کہ میرے بیان کردہ حقوق قابلِ عمل اور عصر حاضر کے ماحول کے مطابق ہوں، ان حقوق کو میں نے روزمرہ کی زندگی کے مشاہدہ، شریعت کے مطالعہ اور اپنے اور ملتِ اسلامیہ کے بچوں کی پرورش و تربیت کے مسائل کی روشنی میں اخذ کیا ہے۔

میں ایک مشفق و مصلح باپ کی حیثیت سے جب دیکھتا ہوں تو بڑی چوٹ پہونچتی ہے کہ بہت سے گھرانے تربیت کے گہواروں سے درندوں کے مسکن یا مویشیوں کے باڑوں میں تبدیل ہوکر رہ گئے ہیں، کتنے باپ ایسے ہیں جو اولاد کی تربیت سے زیادہ ان کو دولتمند بنانے کی کوشش کرتے ہیں، کتنی مائیں ایسی ہیں جو مربیہ کے بجائے خادمہ ہوکر رہ گئی ہیں۔ جب کہ گلوبلائزیشن (عالمی یکسانیت) کا نظریہ الگ سارے گھرانوں کا شیرازہ بکھیرنے اوران کو دین ومذہب، اخلاق واقداراور صحیح سماجی روایات سے دور کرنے میں لگا ہوا ہے۔

میری فریاد ہے کہ ان لائقِ عمل نصائح پر پوری توجہ دی جائے، اس کے لئے فنڈ جمع کیا جائے اور تمام رفاہی کام کیے جائیں جن سے کہ یتیموں کو وسیع پیمانہ پر استحکام حاصل ہو، خواہ وہ ایسے یتیم ہوں جن کے باپ نہیں رہے، یا ایسے جن کے بارے میں عربی شاعر احمد شوقی نے کہا ہے:

لیس الیتیم الذی من انتهی ابواه　　من هــم الحیاة و خلفاه ذلیلا

ان الیتیـــم الـــذی تلـــقی له　　امّاً تخلــت او ابامشـــغولا

(یتیم وہ نہیں ہے جس کے والدین زندگی کے آلام کی وجہ سے جاتے رہے اوراس کو بے یارومددگار چھوڑ گئے۔ بلکہ یتیم وہ ہے جس کو آپ دیکھیں کہ ماں اس کی تربیت سے بے پرواہ ہے یا باپ ہی کے پاس اس کے لئے فرصت نہیں ہے)

اگر ہم وقت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام شروع کردیں تو ہوسکتا ہے ہماری نسلِ نو کی تعمیر محفوظ بنیادوں پر ہو، اور ہمیں ان تکلیف دہ نتائج کا سامنا نہ کرنا پڑے جو ہمارے آسائشوں سے پُر گھرانوں میں اچھے وبُرے ہر طرح کے کرداروں کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔

مجھے اللہ تعالی کی ذات سے پوری امید ہے کہ یہ سطور خاندانوں کو بحرانوں سے محفوظ رکھنے اور آفتوں سے بچانے میں بڑا کردار ادا کریں گی، اور ان کی برکت سے ہماری اولاد

ہمارے لیے دنیا و آخرت میں اجر وسعادت کا باعث بنے گی۔آگے بچوں کے والدین کے سامنے اسی سلسلے میں کچھ مطالبے رکھے جارہے ہیں جن کو پورا کرنے سے انشاء اللہ ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔

واللہ ولی التوفیق

ڈاکٹر صلاح الدین

مملکۃ البحرین

جمادی الاولی ۱۴۲۹ء

ایمانی فرائض

۱— اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ انسان اولاد کے سلسلے میں اللہ کی مشیئت کے سامنے بے بس ومجبور ہونے کے ساتھ ساتھ اولاد کا ضرورتمند ہے۔ صرف اللہ سبحانہ وتعالی نے اپنی ذات کو اولاد وشرکاء سے بے نیاز قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے :

{وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا} (اسراء:۱۱۱)۔

(اور یہ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک ساجھی رکھتا ہے، اور نہ وہ کمزور ہے کہ اسے کسی کی ضرورت ہو اور آپ اس کی پوری بڑائی بیان کرتے رہیے)

اور فرمایا:

{سُبْحَانَهٗ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ} (نساء:۱۷۱)۔

(پاک ہے اس کی ذات اس بات سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو)

اس کے برعکس انسان کو خواہ کیسی ہی دولت وحکومت، اور علم وفن حاصل ہو جائے، وہ اولاد کا محتاج رہے گا، جو ہر طرح کے حالات میں اس کی مدد کرے اور مرنے کے بعد اس کی ذمہ داریوں کو نبھائے۔ فرعونِ مصر کو دیکھئے۔ اپنے کروفر اور قوت وجبروت کے باوجود اولاد کا محتاج تھا، اور جب ننھے موسی (علیہ السلام) کو اس کے پاس لایا گیا تو اس کو بیوی کی سفارش قبول کرنی پڑی اور ان کو بیٹا بنانا پڑا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

{وَقَالَتِ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ لِيْ وَ لَکَ، لَاتَقْتُلُوْهُ ، عَسٰی اَنْ یَنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَ هُمْ لَایَشْعُرُوْنَ} (القصص:۹)۔

(اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کیجئے! بہت ممکن ہے یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے اپنا بیٹا ہی بنا لیں۔ اور وہ لوگ شعور ہی نہیں رکھتے تھے)

اور عزیز مصر حالانکہ صاحب سطوت و اقتدار تھا، لیکن اولاد سے محروم تھا، لہٰذا جا کر بازار سے غلام (حضرت یوسف علیہ السلام کو) خرید لایا تا کہ انھیں اولاد کا مقام دے سکے۔ قرآن میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا:

{اَکْرِمِیْ مَثْوَاهُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا} (یوسف:۲۱)۔

(اس کو اچھی طرح رکھو، شاید ہمیں نفع پہونچائے یا ہم اس کو اپنی اولاد ہی بنا لیں)

۲ — اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اولاد اللہ کا فضل و انعام ہے، جس کا حصول انسان کے قبضۂ وقدرت میں نہیں، بلکہ وہ محض قدرت کا عطیہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

{یَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ اِنَاثًا وَّ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَاءُ الذُّکُوْرَ} (شوری:۴۹)۔

(جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے)

اور ارشاد فرمایا:

{وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِنْ اَزْوَاجِکُمْ بَنِیْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَکُمْ مِنَ الطَّیِّبَاتِ، اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ هُمْ یَکْفُرُوْنَ} (النحل:۷۲)۔

(اللہ تعالی نے تمہارے لئے تم میں سے ہی بیویاں پیدا کیں اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کیے، اور تمہیں اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں۔ کیا پھر بھی لوگ باطل پر ایمان لائیں گے؟ اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کریں گے؟)

لہذا اللہ تعالی کا شکر قولاً بھی واجب ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ عملاً بھی بیوی کے امید سے ہونے کی خبر سننے سے لے کر بچے کی پیدائش تک روزانہ ایک سجدۂ شکر ادا کرنا چاہئے اور سجدہ میں یہ قرآنی دعا مانگنا چاہئے:

{رَبناَ هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَل لَّنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا} (فرقان: ۷۴)۔

(اور یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا)

اور شاید مستقل طور پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہنا اور اس کا ذکر کرتے رہنا اجر وثواب کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ اور اولاد کی بہتری و ہدایت کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

{لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ، وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ} (ابراہیم: ۷)۔

(اگر تم شکر ادا کروگے تو اور دوں گا، اور اگر کفرانِ نعمت کروگے تو میرا عذاب بڑا سخت ہے)۔

اور شکر و ذکر سے غفلت انسان کو متکبر اور گھمنڈی بنا دیتی ہے، اور وہ اولاد کو اللہ کی نعمت نہیں بلکہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ اس کی تولیدی قوت وصلاحیت سے پیدا ہوئی ہے۔ ایسے ہی ایک گھمنڈی کے بارے میں اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے، جس نے کہا تھا: {اَنَا اَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا} (کہف: ۳۴)۔ (میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور جتھے (اولاد) کے اعتبار سے بھی تجھ سے زیادہ ہوں)۔

اور ایک جگہ ارشاد ہے:

{فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَا اَوْلَادُهُمْ ، اِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيَاةِ

الدُّنْیَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ کَافِرُوْنَ} (توبہ:۵۵)۔

(پس تعجب میں نہ ڈالنے پائیں آپ کو ان کے مال اور نہ ان کی اولادیں، اللہ محض یہی چاہتا ہے کہ ان کو عذاب دے انھی چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی میں، اور ان کا دم نکلے تو کفر ہی کی حالت میں)۔

۳– اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ بعض مرتبہ اولاد اللہ کی طرف سے سزا بھی ہوتی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ، وَ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ} (تغابن:۱۵)۔

(تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو سراسر تمہارے لئے آزمائش ہیں، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس عظیم الشان اجر ہے)

ایسا اس وقت ہوتا ہے جب اولاد اللہ سے دور ہو، تو خواہ والدین مؤمن ہی کیوں نہ ہوں نی وہ ان کو تھکا مارتی ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

{اَمَّا الْغُلَامُ فَکَانَ اَبَوَاہُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَا اَن یُرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَ کُفْرًا} (کہف:۸۰)۔

(جہاں تک اس لڑکے کا سوال ہے تو اس کے والدین مؤمن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ کفر و سرکشی سے ان کو تھکا نہ مارے)

اور ایسی اولاد قیامت میں ہمارے کسی کام نہیں آئے گی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَ لَا اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی اِلَّا مَنْ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِکَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَ هُمْ فِی الْغُرُفَاتِ آمِنُوْنَ} (سبا:۳۷)۔

(اور تمہارے مال و اولاد ایسے نہیں کہ ہمارے نزدیک تمہارا مقام مقرب بنا سکیں، سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ان کے لئے دوہرا بدلہ ہے ان کے کیے کا،

اور وہ نڈر اور بے خوف ہو کر (جنت کے) بالا خانوں میں رہیں گے)

معلوم ہوا کہ صرف وہ اولاد ذخیرۂ آخرت بن سکتی ہے جو مؤمن ہو اور نیک ہو۔

۴– اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اولاد صدقۂ جاریہ اور جہنم سے نجات کا سبب ہوتی ہے۔ امام مسلمؒ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلاث، صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له" (صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ)۔

(جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بند ہو جاتا ہے سوائے تین طریقوں کے، صدقۂ جاریہ، یا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں، یا اولاد صالح جو اس کے لئے دعا کرتی ہو)

اسی طرح اولاد بندہ کے لئے دوزخ سے آڑ بن جاتی ہے۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لايموت لمسلم ثلاثة من الولد فيلج النار الا تحلة القسم" (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات لہ ولد فاحتسب، ۳/۴۵۵)۔

(کسی مسلمان کے اگر تین بچے مر جائیں تو وہ صرف قسم پورا کرنے کے لئے آگ میں داخل ہوتا ہے)

اور امام مسلمؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من عال جاريتين حتى تبلغا، جاء يوم القيامة انا وهو" وضم أصابعه" (صحیح مسلم: ۱۶/ ۱۵۴)۔

(جس شخص نے دو بچیوں کی تربیت ان کے بالغ ہونے تک کی، میں اور وہ قیامت

میں (اس طرح) آئیں گے۔ (اور آپ ﷺ اپنی انگلیوں کو ملا کر بتلایا)۔

ایک دوسری روایت ابوداؤدؒ نے حضرت ابوسعید کی بیان کی ہے جس میں اضافہ کے ساتھ اس طرح ہے:

"من عال ثلاث بنات فأدبهن وزوجهن وأحسن إليهن فله الجنة" (سنن ابی داؤد: ۱۴/۵۵)۔

(جس نے تین بیٹیاں پالیں، ان کو سلیقہ مند بنایا، ان کی شادیاں کیں اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھا اس کے لئے جنت ہے)

۵ — اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اولاد قیامت میں ہمارا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

{يَا اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْئًا، اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ، فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ}

(اے لوگو! اس دن سے ڈرو جس دن باپ اپنے بیٹے کو کچھ نفع نہ پہنچا سکے گا اور نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آسکے گا، بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، پس تم کو دھوکہ میں نہ ڈالے دنیوی زندگی (کی رونقیں) اور دھوکہ باز شیطان تمھیں دھوکہ میں ڈالے)

اس لئے ضروری ہے والدین اولاد سے پہلے اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کریں، اور اولاد کی محبت اور خوشامد اللہ کی خوشنودی اور اس کی محبت کے تابع ہو۔

۶ — اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ اولاد کی خیر خواہی اللہ تعالی کی خوشنودی سے جڑی ہوئی ہے۔ اگر اولاد کفر ونفاق، بغض وعداوت میں پلی بڑھی ہے تو باپ ان کو خوب سمجھاتا رہے اور ساتھ میں ان کی بداعمالیوں سے بیزاری کا اظہار بھی کرتا رہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

{لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ

لَوْ كَانُوا آبَائَهُمْ اَوْ اَبْنَائَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ}(مجادلہ:۲۲)۔

(تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ جو لوگ (سچے دل) سے ایمان رکھتے ہوں اللہ پر اور قیامت کے دن پر وہ دوستی رکھتے ہوں ان لوگوں سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ قبیلہ ہی کیوں نہ ہو)

اور اگر اولاد مؤمن ہو، نیک ہو تب بھی ضروری ہے کہ ان کی محبت اللہ، اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے کم درجہ کی ہو۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے :

{قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ، وَاللّٰهُ لَايَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ} (توبہ:۲۴)۔

(کہہ دیجئے! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور تمہاری بیویاں اور خاندان اور وہ دولت جو تم نے کمائی ہے، اور تجارت جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے گھر جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک لے آئے اللہ اپنا حکم (عذاب)، اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)

اور امام سندیؒ بخاری شریف کے حاشیہ میں نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا:

”لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من نفسه و ولده“ (باب الصلوۃ علی من ترک دینا)۔

۷— والدین اللہ تعالی کی طرف متوجہ رہیں اور رو رو کر دعائیں مانگیں کہ اللہ تعالی ان

کی پوری فیملی کو فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے۔ کیونکہ فرشتے بھی ان کے لئے ایسی ہی دعا کرتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے :

{رَبَّنَا وَ اَدۡخِلۡهُمۡ جَنّٰتِ عَدۡنِ الَّتِیۡ وَعَدۡتَّهُمۡ وَ مَنۡ صَلَحَ مِنۡ اٰبَآئِهِمۡ وَ اَزۡوَاجِهِمۡ وَ ذُرِّیّٰتِهِمۡ ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (غافر:۸)۔

(اے ہمارے رب! داخل فرما ان کو ہمیشہ کی جنتوں میں جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کے آباء و ازواج اور اولاد میں سے ان لوگوں کو جو صالح ہیں، بیشک تو زبردست ہے حکمت والا ہے)

ہر والدین اس کے لئے منصوبہ بندی کریں کہ ان کی اولاد دنیا و آخرت میں ان کے لئے سرمایۂ عزت و افتخار ہو، اور وہ اپنی اولاد کے ساتھ اللہ کے راستہ پر چلنے والے ہوں، ان کی سب سے بڑی تمنا اور آرزو یہ ہو کہ انھیں جنت، اللہ کی رضا اور دیدارِ خداوندی نصیب ہو جائے۔

عملی ذمہ داریاں

نمبرایک: شادی سے پہلے کا مرحلہ:

۸– زیادہ سے زیادہ اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کریں، مجاہدۂ نفس کریں اور شیطان سے لڑیں تا کہ اللہ تعالی اولاد کے لئے اچھے سے اچھے ماں باپ منتخب فرمائیں۔ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے:

{وَ مَن يُؤمِن بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ} (تغابن:۱۱)

(جو اللہ پر (کامل) ایمان رکھے گا اللہ تعالی اس کے قلب کو ہدایت سے نوازیں گے)۔

اسی طرح ارشاد ہے:

{وَ مَن يَتَّقِ اللّٰهَ يَجعَل لَّهُ مَخرَجًا، وَّ يَرزُقْهُ مِنْ حَيثُ لَا يَحتَسِبُ} (طلاق:۲،۳)

(اور جو اللہ کا تقوی اختیار کرے گا اللہ تعالی اس کے لئے راستہ نکالیں گے، اور اس طرح رزق دیں گے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوگا)

اور ارشاد فرمایا:

{اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَ الْخَبِيثُوْنَ لِلْخَبِيثَاتِ، وَ الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَ الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ، أُولٰئِکَ مُبَرَّؤُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ} (نور۲۶:)۔

(بری عورتوں کے لئے برے مرد ہیں، اور برے مردوں کے لئے بری عورتیں ہیں،

اور اچھی عورتیں اچھے مردوں کے لئے ہیں اور اچھے مرد اچھی عورتوں کے لئے ہیں، ان کو جو لوگ کہتے ہیں اس سے بری کر دیا جاتا ہے، ان کے لئے مغفرت بھی ہے اور عمدہ رزق بھی)

۹ — نوجوان مرد و عورت دونوں کو پاکدامنی اختیار کرنی چاہئے، یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کی ضرورت اچھے اور پاک طریقہ سے پوری کر دے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

{وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ} (نور: ۳۳)۔

(اور وہ لوگ جو نکاح (شادی کی حیثیت) نہیں پاتے وہ عفت اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ تعالی ان کو اپنے فضل سے غنی (مال واستطاعت) دے)

عربی شاعر بھی اپنی اولاد پر احسان جتا تا ہے کہ اس نے ان کے لئے اچھی ماں کا انتخاب کیا:

و اول احسـانی الیکم تخیری

لماجـــدة الاعراق باد عفافها

(میرا تم پر پہلا احسان تو یہ ہے کہ میں نے (تمہارے لئے ایسی ماں کا) کا انتخاب کیا اعلی نسب والی تھی اور اس کی عفت سب پر عیاں تھی)

۱۰ — صرف اپنے لئے شریکِ حیات کا انتخاب نہ کریں، بلکہ ایسے جوڑے کا انتخاب کریں جو بچوں کے لئے بھی بہتر ہو۔ ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"**تخیروا لنطفکم وأنکحوا الاکفاء وأنکحوا إلیهم**" (کتاب النکاح، باب الاکفاء، ۱/ ۶۳۳)۔

(اپنی اولاد کے لئے اچھا انتخاب کرو، کفو (ہم مرتبہ لوگوں میں) خود بھی شادی کرو اور

اپنے (چھوٹوں کی) بھی شادی کرو)۔

اس سے معلوم ہوا کہ مرد یا عورت کو صرف اپنے لئے (خوبصورت ومالدار) شریک حیات ہی نہیں بلکہ اچھی صفات وکردار والے لوگ تلاش کرنے چاہئیں، اور یہ شریعت اور عقل دونوں سے ثابت ہے کہ تمام طرح کے اخلاق وصفات اور فطری خصوصیتیں نسلوں میں منتقل ہوتی ہیں۔ لہذا والدین کا اولاد پر سب سے بڑا احسان اور کرم یہ ہوگا کہ وہ ان کے لئے صحیح خاندان والے ماں باپ کا انتخاب کرنے میں خوب چھان بین کریں۔

نمبر دو: ولادت سے پہلے کا مرحلہ:

۱۱۔ اولاد کی تربیت واصلاح میں، ان کی پیدائش سے قبل ہی والدین کا قلبی محبت، عقلی مفاہمت اور جسمانی تعلقات میں ایک واضح طریقہ طے کرلینا بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے (دیکھئے کتاب: الالفة بین الزوجین، نمبر: ۱۲، اور مفاتیح الحب القلبی بین الزوجین)، کیوں کہ عربی میں مثل مشہور ہے کہ "الاناء بما فیہ ینضح" (ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے) اور "فاقد الشیء لا یعطیہ" (جس کے پاس ہماری مطلوبہ شی نہ ہو وہ ہمیں کیا دے گا)، اور والدین کا عملی نمونہ ہی بچوں کی تربیت میں سب سے زیادہ مؤثر اور کارفرما ہوتا ہے۔

۱۲۔ مستقل اللہ تعالی کے سامنے رونا اور عاجزی اور امید کے ساتھ گڑ گڑا کر دعائیں کرنا کہ اللہ تعالی نیک اولاد عطا فرمائے جو آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور دل کا سرور بنے، اور میری مانیں تو سورۂ فرقان کی اس آیتِ کریمہ کو پابندی سے سجدے کی دعاؤں میں شامل کرلیں:

{ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً}
(آیت ۷۴)۔

(اے ہمارے رب! ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کو ہمارے لئے آنکھوں کی

ٹھنڈک بنادے اور ہم سب کو متقین کا امام بنا)

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد، فاکثروا الدعاء" (صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب مایقال فی الرکوع والسجود، ۴/۱۶۷)۔

(بندہ اپنے رب سے قریب سب سے زیادہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا (سجدے میں) اللہ تعالی سے خوب مانگا کرو)۔

اور ہمیں حضرت زکریا علیہ السلام کی اس پیاری دعا کا بھی استحضار رکھنا چاہیئے، انھوں نے دعا کی تھی:

{رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْکَ وَلِيًّا، يَرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوْبَ، وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا} (مریم:۵،۶)۔

(اے میرے رب! میرے لئے خاص اپنے پاس سے ولی عطا فرما، جو میرا وارث بنے اور خاندانِ یعقوب کا وارث بنے، اور اس کو پسندیدہ (اخلاق والا) بنا)

اللہ تعالی کی طرف سے اس دعا کا جواب پوری مقبولیت کے ساتھ آیا:

{فَنَادَتْهُ الْمَلَائِکَةُ وَ هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُکَ بِيَحْيٰی، مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِيْنَ} (آل عمران:۳۹)۔

(تو فرشتوں نے ان (زکریاؑ) کو پکار کر کہا جب کہ وہ محراب میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ اللہ تعالی آپؑ کو یحیی کی بشارت دیتے ہیں، جو اللہ کے کلمہ (حضرت عیسی علیہ السلام) کی تصدیق کرنے والا، پاک دامن وعفت والا اور انبیائے صالحین میں سے ہوگا)۔

۱۳— شوہر وبیوی کی معاشرت کے تعلق سے جواذ کار وارد ہیں ان کا اہتمام کرنا، تا کہ اولاد شیطان کے مکر سے محفوظ رہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لو أن أحد كم إذا أتى أهله قال :اللهم جنبنى الشيطان و جنب الشيطان مار زقتنى، فإن كان بينهما ولد لم يضره الشيطان ولم يسلط عليه" (صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ، ۶/ ۴۸۹)۔

(اگر تم میں سے کوئی اپنی بیوی کے پاس آئے (صحبت کرے) اور یہ کہے: اے اللہ! مجھے شیطان سے دور رکھ اور شیطان کو اولاد سے دور رکھ جو تو مجھے عطا فرمائے گا، تو اگر ان سے اولاد ہوئی تو شیطان اس کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور نہ اس پر مسلط ہوگا)

۱۴—حمل کے زمانہ میں بیوی کے ساتھ بہت نرمی سے پیش آئے، اس کے خوف کو کم کرے اور اس کے دل کو خوش کرے، تا کہ حمل کے زمانہ میں دونوں میں بالکل غصہ اور تیزی نہ ہو، یہ چیز بچہ پر برا اثر ڈالتی ہے۔ اس دوران بیوی اور بچے کی صحت اور طبی نگہداشت بھی بے شک خاص اہمیت رکھتی ہے، اور اللہ کی مشیئت سے بچے کی جسمانی ونفسیاتی صحت میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

۱۵— حمل کے زمانہ میں خوب قرآن کی تلاوت اور اوراد واذکار کا اہتمام کریں، جس سے عقل ودل کے نہاں خانوں میں نورِ الٰہی کی چھاپ پڑتی ہے۔ سائنس سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ وہ بچے جن کی مائیں حمل کے دوران کثرت سے قرآن پڑھتی اور سنتی ہیں جلد قرآن شریف حفظ کر لیتے ہیں اور دیگر بچوں کے مقابلہ میں زود فہم ہوتے ہیں۔

۱۶—بچوں کی پیدائش کے سلسلے میں جو تجربہ کار اور سائنسی معلومات رکھنے والے لوگ

یا تدریبی کورس ہیں ان سے استفادہ کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

بچے کی ضرورت کی چیزیں، جیسے کپڑے، بچھونے، کھلونے وغیرہ کی فکر کرنے سے زیادہ اہم ہے کہ بچے کے تقوی وطہارت کی جو اس کا روحانی لباس ہے، زیادہ فکر کریں، قرآن پاک میں ارشاد ہے:

{ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِکَ خَيْرٌ، ذٰلِکَ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ}

(اعراف ۲۶:)۔

(اور تقوی کا لباس زیادہ بہتر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، شاید کہ لوگ نصیحت حاصل کریں)

نمبر :۳ولادت کے بعد سے طفولت (بچپن) تک کا مرحلہ:

۱۷ــ اللہ تعالی کا شکر ادا کریں اور اس کی حمد وثنا کریں کہ بچے کی ولادت عافیت کے ساتھ ہوگئی، بلکہ ساری فیملی اولاد کی نعمت پر سجدۂ شکر ادا کرے، اور بچہ ہو یا بچی حمد وثناء دونوں کے لئے برابر کریں، اور نہ بھولیں کہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں لڑکی کو فضیلت دی ہے کہ اس کا ذکر پہلے کیا ہے:

{يَخْلُقُ مَا يَشَاء، يَهَبُ لِمَن يَّشَاء اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاء الذُّكُوْرَ}

(شوری: ۴۹)۔

(جو چاہتا ہے تخلیق کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے لڑکیاں عنایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے عطا کرتا ہے)

ایمان والا بندہ خود اولاد کا انتخاب نہیں کرتا، بلکہ وہ اس کا پورا اختیار اپنے رب کو سونپ دیتا ہے، جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

{وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَایَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَ ة} (قصص:۶۸)۔

(اور آپ کا رب تخلیق کرتا ہے جو چاہتا ہے، اور انتخاب کرتا ہے اس چیز کا جو ان (بندوں) کے لئے اچھی سے اچھی ہو)

حمد وثنا پر اللہ تعالی ہر طرح سے اپنی نعمت میں برکت عطا فرماتے ہیں۔

۱۸— بچے کی ولادت پر جو اعمال مسنون ہیں ان کا اتباع کیا جائے، بچے کے داہنے کان میں اذان دی جائے، بائیں میں اقامت کہی جائے، تحنیک (کسی بزرگ شخصیت سے کھجور وغیرہ چبوا کر بچے کو کھلائی جائے)، بچے کے بال ترشوا کر ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے، اپنے بچہ کے لئے خوب سے خوب تر نام تلاش کیا جائے، غرباء ومساکین کو کھانا کھلایا جائے، صدقہ کیا جائے، عقیقہ کیا جائے، اور ان سب سے اللہ کی اس نعمت پر خوشی کا عملی اظہار مقصود ہو۔ صاحبِ اولاد ہونے کے بعد جو بزدلی اور بخل طبیعتوں میں پیدا ہوجاتا ہے اس کے لئے نفس سے مقابلہ کریں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ حضرت ابوسعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"الولد ثمرة القلب، وإنه مجبنة، مبخلة، محزنة" (جامع المسانید و المراسیل: ۸/۱۲۴)۔

(اولاد دل کا ثمر ہے، اس سے بزدلی پیدا ہوتی ہے، بخل پیدا ہوتا ہے، غم اور حزن پیدا ہوتا ہے)۔

ختنہ کی سنت کی ادائیگی میں بھی تاخیر نہ کریں، ختنہ لڑکے کے لئے واجب ہے اور لڑکی کے لئے مستحب ہے۔ یہ سب پیدائش کے وقت کی سنتیں ہیں، کتنا ہی زمانہ مخالفت کرے ان کو ضرور ادا کریں۔

۱۹— مائیں پوری کوشش کریں کہ بچے کی جسمانی ونفسیاتی صحت کی تکمیل کے لئے

پورے دوسال اس کو اپنا دودھ پلائیں، بچے کی آگے آنے والی زندگی میں اس مرحلہ کو خاص اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔اسی لئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

{وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ} (بقرہ:۲۳۳)۔

(اور مائیں دودھ پلائیں اپنی اولاد کو دوسال مکمل ان شوہروں کے لئے جو رضاعت مکمل کرانا چاہیں)

اللہ تعالی چاہتے ہیں کہ ہم اپنے تمام مقاصد میں کمال حاصل کریں، اگر اللہ کی تعلیمات میں کمی کریں گے تو خود ہی محروم رہیں گے۔

۲۰ — بچے کو خوب کھیلنے کودنے اور کھانے پینے کا موقعہ دیں۔عمر کے اس مرحلہ میں بچے کا پورا حق بنتا ہے کہ وہ طرح طرح کی صحت بخش غذا پائے، اور ایسے کھیلوں میں اپنا دل بہلائے جن سے اس کو مسرت و فرحت حاصل ہو، تا کہ عقل وشعور کے ساتھ ساتھ بچے کا جسم بھی طبعی طریقہ پر پروان چڑھے۔

۲۱ — اللہ کی الوہیت کے بارے میں سمجھانے سے پہلے ابتداء میں بچے کو بتائیں کہ اللہ تعالی اس کا 'ربِ نی (پالنہار) ہے۔اس لئے کہ رب ہی ہے جو پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، لطف ورحمت کا معاملہ کرتا ہے، روزی میں وسعت دیتا ہے، حکمت والا، نور والا، احسان و مغفرت والا، کرم اور بردباری والا ہے۔پھر بعد میں ہم ان کو بتائیں کہ ہمارا رب معبود بھی ہے، حاکم بھی ہے، اور اس کے اوامر ونواہی بھی ہیں، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ تعلیم فرماتے تھے کہ اولاد کو نماز کے لئے نہ کہا جائے جب تک کہ وہ سات سال کی عمر تک نہ پہنچ جائیں۔ بلکہ اس وقت تک ساری توجہ اس تعلیم پر رہے کہ اللہ کی ذات ہماری پرورش کرنے والی ہے، وہ بڑا سخی اور داتا ہے، اپنی تمام مخلوق سے احسان کا سلوک کرتا ہے۔تا کہ اللہ تعالی سے تعلق کی بنیاد اللہ

کی محبت پر پڑے۔

۲۲ — آپ ﷺ کی سیرت اور انبیاء کے قصے جو مختصر اور سہل کر کے بچوں کے لکھے جاتے ہیں، بچوں کو سنائیں، اس سے دو باتیں ان کو معلوم ہوں گی : ایک یہ کہ اللہ تعالی اپنے تمام نبیوں سے کتنی محبت کرتے تھے، دوسرے انبیاء کے اعلی اخلاق و صفات ان کو معلوم ہوں گے۔

نمبر: ۴ بچپن سے بلوغ تک کا مرحلہ:

اولاد کے ذہنوں میں اللہ کی ربوبیت کے ساتھ اس کی الوہیت بھی اتارنا شروع کریں، اور ساتھ میں شریعت کے بنیادی فرائض کے بارے میں نصیحت کرنا شروع کریں، اور ان کو بتائیں کہ اسی طرح عبادت کرنا درست ہے اور دوسرے تمام طریقے غلط ہیں۔ اس کے لئے بچوں کو لے کر گھر میں بیٹھیں، مسجد کے حلقوں میں شریک ہوں، بچوں کے دینی پروگراموں میں بھیجیں اور ان کو ذاتی مطالعہ کا موقعہ فراہم کرائیں۔

۲۴ — تربیت کے ان نازک ترین مرحلوں میں پہلے خود کو اخلاقِ فاضلہ و عاداتِ حسنہ کا نمونہ بنا کر پیش کریں، پھر ایسے قصے کہانیاں سنائیں جن سے ذہن سازی ہو، ایسی چیزیں ان کو دکھائیں جو سبق آموز ہوں، اشاروں کی زبان کا استعمال کریں، اور تربیت کے لئے ہلکی پھلکی باز پرس کریں اور تھوڑی بہت سزا بھی دیں۔

۲۵ — بچوں کو اپنے ساتھ مسجد لے جائیں، علمی مجلسوں میں ان کو ساتھ رکھیں، قرآن کے حلقوں میں ان کے ساتھ شریک ہوں، ایسے تربیتی پروگرام ان کو کرائیں جن میں روحانی و اخلاقی تربیت، تزکیۂ نفس کے ساتھ ساتھ علم و دانش میں اضافہ اور ذہن و دماغ کو ترقی دینے والی تفریح ہو۔

۲۶– اولاد کی تعلیم کے لئے خوب اچھی سے اچھی درسگاہ کا انتخاب کریں، اس سلسلے میں خوب غور خوض کریں، اور تعلیم گاہوں کے ماحول کا جائزہ لیں، بخل اور کنجوسی سے کام نہ لیں، بلکہ جو درس گاہ معقول معلوم ہو وہاں تعلیمی اخراجات خواہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں لیکن اپنے نونہال کے اچھے مستقبل اور اچھی تربیت کے لئے اسی کا انتخاب کریں۔

۲۷– اولاد کو اچھی صحبت اور صالح ماحول مہیا کرنے کے لئے اچھے دوست، اچھے رشتہ دار، اچھے مدارس اور اخلاقی اعتبار سے ترقی یافتہ علاقوں میں رہائش کا انتخاب کریں، صرف مادی خوبیوں کو مدنظر نہ رکھیں۔ ان باتوں کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ ان میں سے ایک سے بھی بے اعتنائی ہمارے بچوں کو فساد و بگاڑ کی طرف لے جا سکتی ہے۔

۲۸– بچوں کی شخصیت سازی میں اس کی بھی بڑی اہمیت ہے کہ گھر میں ایک ہفتہ واری ایک مجلسِ شوریٰ کا انعقاد ہو، جس میں بچے جمع ہو کر کچھ قرآن کی آیات، کچھ احادیث اور سیرت و اخلاق کی باتیں سیکھیں، اور عائلی امور کے مشورہ میں شریک ہوں۔ شرط یہ ہے کہ والدین استاد نہ بن جائیں اور مدرسہ والا ماحول نہ پیدا کریں۔ بلکہ ہر ایک ایک جملہ یا ایک فقرہ اپنی طرف سے تیار کر کے لائے، مذاکرہ و مشاورہ کا ماحول پیدا کیا جائے، تدریس و تبلیغ کا نہیں۔

میری نصیحت ہے کہ بڑے سے پہلے چھوٹے کو بولنے کا موقعہ دیا جائے، اس لئے کہ جب وہ بڑوں کو گہری باتیں کرتے دیکھیں گے تو احساس کمتری میں مبتلا ہوں گے اور اپنی بات نہیں کہہ پائیں گے، جس سے ان کی شخصیت کمزور بنے گی اور صلاحیت ڈوب جائے گی۔ بہتر ہے کہ سب کو گفتگو کے آداب معلوم ہوں، نئی رائے کی ہمت افزائی ہو، نصوص کا اتباع ہو، اور جس مسئلہ میں کوئی نص نہ ہو اس میں عمدہ اجتہاد ہو، مفید تنقید ہو، دوسروں کی بات اچھی طرح سنی جائے، مخالفین پر طعن و تشنیع نہ کی جائے، درمیان میں موضوع کی خشکی کو دور کرنے کے لئے لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی بھی ضروری ہے، جس کی ہر عمر کے لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بھی ہوسکتا

ہے کچھ ممتاز اور فائق لوگوں کو انعامات دئے جائیں، اور یہ کہ ہر شخص بتائے کہ اس نے اس ہفتہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کیا، کون سی اچھی بات اس کے ساتھ پیش آئی، کیسے مشکل مواقع سامنے آئے، دوستوں یا اساتذہ میں کون اس کو زیادہ پسند ہیں۔ جس سے کہ سب کی قدر و منزلت معلوم ہوگی اور ذاتی رائے کے نقصانات سے حفاظت ہوگی۔

۲۹ – مختلف میدانوں میں اولاد کی فطری صلاحیتوں اور مہارتوں کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کریں، پھر ایسے کلبوں اور ایسوسی ایشنز میں ان کو داخل کریں جہاں ان کی صلاحیتیں نکھریں، اور ان کے اندر خود اعتمادی بڑھے، ان کی نفسانی برائیاں دور ہوں، جن سے ان کے خالی اوقات فارغ نہ رہیں بلکہ ان کیلئے، وطن کے لئے اور قوم کے لئے نافع اور مفید بنیں۔

۳۰ – یہ بات بڑی اہمیت کی حامل اور بہت مؤثر ہے کہ ماں باپ علیحدہ علیحدہ اسی عمر سے بچہ کو اپنے ساتھ لے کر ہفتہ میں کم از کم ایک یا دو بار گھنٹہ دو گھنٹہ کے لئے اس کی پسندیدہ تفریح کی جگہ لے کر جائیں، اس دوران اس سے محبت سے پیش آئیں، اس کی معیت کو اہمیت دیں اور اس سے بے تکلف بات چیت کریں۔

۳۱ – یہ بھی ضروری ہے کہ تربیت کے انداز میں محبت اور شفقت بھی شامل ہو، اچھی باتوں کو بتایا جائے، منفی باتوں پر مصالحت نہ کی جائے، اور کوشش کی جائے کہ بچہ خود ہی سمجھ جائے، ورنہ سزا دے کر اس کو سمجھایا جائے، اس کے ذہن میں بٹھایا جائے کہ ایک دو بار معاف کرنے کے بعد اس کو سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ تربیت میں خلل بچہ کے حال و مستقبل اور دنیا و آخرت کے لئے خطرناک ہے۔

سزا دینے میں تنوع سے کام لیا جائے، کبھی کسی ایسی چیز سے اس کو محروم کر دیا جائے جو اس کو بہت پسند ہو، مثلاً کسی دوست کے یہاں جانا یا کوئی خاص کھیل یا کوئی تفریحی پروگرام۔ کبھی کھانے پینے میں اس کو الگ کر دیا جائے اور کچھ وقت کیلئے گھر کے افراد اس کا بائیکاٹ

کردیں وغیرہ وغیرہ۔

تربیت میں کبھی کبھی مار پیٹ کی بھی ضرورت پڑتی ہے، لیکن بری طرح نہ مارا جائے، نہ اپنے اندر کا غصہ نکالنے اور جذبۂ انتقام کی تسکین کے لئے مارا جائے، بلکہ محض تربیت کے لئے مارا جائے، اور اس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں سے یکساں سلوک روا رکھا جائے، ہاں لڑکیوں میں اس بات کا خیال ضرور رکھا جائے کہ وہ نازک ہوتی ہیں اور محبت وشفقت کی ان کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

۳۲— بہت ضروری ہے کہ والدین بچوں کی جسمانی، نفسیاتی اور اجتماعی نشوونما کے بارے میں تازہ سے تازہ معلومات رکھیں۔ اس سلسلے میں لوگ مختلف کورس کرتے ہیں اور بہت مطالعہ کرتے ہیں، لیکن جب بچہ کی پیدائش کے بعد اپنی معلومات کو عملی شکل دینے کی باری آتی ہے تو سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ بعض مرتبہ ایسی صورتحال بھی پیش آجاتی ہے جس کے بارے میں پڑھا نہیں تھا۔ ایسے موقعہ پر نئے کورسز میں شرکت کریں، مناقشہ اور مباحثہ میں حصہ لیں، خاندانی مسائل کے ماہروں اور مشیروں سے رجوع کریں اور علاج کی نوبت آنے سے پہلے پہلے مرض سے حفاظت کا سامان کرلیں، یا اگر مرض لاحق ہوجائے تو اس سے پہلے کہ وہ بڑھ جائے اور علاج ناممکن ہوجائے، شروع میں ہی اس کا علاج کرلیں۔ ہمارا مشورہ ہے کہ اس طرح کے کورسز یا اداروں میں ماں باپ دونوں جائیں، اکیلا ایک شخص نہ جائے۔

۳۳— اپنے بچے اور بچیوں کو خادماؤں پر مت چھوڑیں۔

ہرگز ہرگز والدین بچوں کی تربیت کے تئیں اپنی ذمہ داریوں میں ڈھیل نہ برتیں اور اپنی راحت وآرام کی خاطر ان کو بالکل خادماؤں پر نہ چھوڑ دیں، ورنہ تو ان کے نام کے ساتھ آپ کا نام ضرور رہے گا لیکن ان کی عادات واخلاق اور چال چلن خادماؤں کا ہوگا، اور یہ چیز آپ کی خاندانی خصوصیات اور اخلاق واقدار کی عمارت کے لئے ایک بلڈوزر ثابت ہوگی۔

گھر کی آمدنی کو اسراف اور فضول خرچی میں ضائع اور برباد نہ کریں۔ کتنے ہی والدین اپنے اولاد کو مادی آسائش کی حرص میں برباد کردیتے ہیں، بہت سے بچے اپنے ماں باپ کے ساتھ کچھ وقت گذارنے کے لئے ترستے ہیں کہ ان کی شفقت ومحبت سے محظوظ ہوسکیں۔لیکن ایسا ممکن نہیں ہوتا، کیونکہ والدین کے پاس ان کے لئے اوران کی تربیت کے لئے وقت ہی نہیں ہوتاہے۔

ایک سچاواقعہ بیان کرتاہوں :

ایک بچہ نے اپنی ماں سے پوچھا کہ اس کے والداس سے اورگھر سے دور کیوں رہتے ہیں۔ ماں نے جواب دیا کہ وہ محنت کرتے ہیں تا کہ ہم اچھی سے اچھی معیاری زندگی گذارسکیں۔ بچہ نے پوچھا: ابا کوایک گھنٹہ کام کرنے کے کتنے پیسے ملتے ہیں؟ ماں نے کہا: بیس ڈالر۔ بچہ نے کہیں سے بیس ڈالرقرض لئے اورایک لفافہ میں رکھ کر باپ کوپیش کئے اور کہا کہ: اباجان! یہ پیسے لے لیجئے اوراپنے وقت میں سے ایک گھنٹہ مجھے دیدیجئے، میں آپ کا ساتھ چاہتا ہوں۔حقیقت میں اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس جیسے بہت سے بچوں میں یہ خواہش ہوتی ہوگی۔

۳۴—تمام افرادخانہ کواس بات پرمتفق ہوناچاہئے کہ خیروشر،حق وباطل،صحیح وغلط کا معیارشریعت سے طے ہواورقرآن وسنت کے مطابق ہو۔تا کہ اگرگھر کے افرادخواہ وہ ماں ہو یا باپ، بھائی ہو یا بہن، دادا ہو یادادی، چچا ہو یا چچی، خالہ ہو یاماموں اگر بچہ کی تربیت میں کوئی غلطی کرتے ہیں تو قرآن وسنت کے حوالے سے ان کوتنبیہ کی جاسکے۔ ہرعمل میں ہمارے لئے نمونہ بغیرکسی شک وتردد کے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے،اللہ تعالی کاارشادہے:

{لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰہَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰہَ كَثِيْرًا} (احزاب:۲۱)۔

(یقینا تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اچھا نمونہ ہے، ان لوگوں کے لئے جو اللہ (کا سامنا ہونے) اور آخرت کے دن کی امید کرتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد رکھتے ہیں)

اور آپ ﷺ کی ذات گرامی کے بعد دوسروں کی رائے اور قول کو لیا بھی جا سکتا ہے اور رد بھی کیا جا سکتا ہے۔

جب والدین تربیتی معیار نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو بنالیں گے تو اپنی اولاد کو ان برائیوں سے آسانی سے روک سکیں گے جن کو خاندان کے بڑے اور محترم افراد کرتے ہیں، اور اس طرح ان کو ان بڑوں کے سامنے رسوا بھی نہیں ہونا پڑے گا۔

۳۵— اولاد کے درمیان عدل و مساوات کا سلوک کرنا والدین پر واجب ہے۔

اولاد کے درمیان مادی چیزوں میں تو عدل و مساوات کرنا واجب ہے ہی، قلبی تعلق میں مساوات کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیں سورہ یوسف سے سبق لیتے ہوئے ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ہوسکتا ہے کہ ہم نادانستگی میں اپنی محبوب ترین اولاد کے لئے ظلم و زیادتی کا باعث بن جائیں۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب والدین کسی ایک بچے کے لئے محبت کا مظاہرہ کرتے ہیں یا اس کی محبت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں جب کہ دوسروں کے ساتھ ایسا نہیں کرتے خواہ مادی معاملہ میں وہ ان کا برابر خیال رکھتے ہوں۔

اس سلسلے میں امام مسلم نے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"ان کی والدہ بنتِ رواحہ نے ان کے والد سے اپنے بیٹے کے لئے ان کے مال میں سے کچھ ہدیہ مانگا، انھوں نے ایک سال تک تو ٹالے رکھا، اس کے بعد وہ تیار ہو گئے، لیکن بنت رواحہ کہنے لگیں کہ جب تک آپ حضور ﷺ کو گواہ نہیں بنائیں گے کہ آپ نے میرے بیٹے کو دیدیا ہے میں نہیں مانوں گی۔ میں اس وقت بچہ ہی تھا، میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس بچہ کی ماں بنت

رواحہ چاہتی ہیں کہ جو میں اُس کے بچہ کو دے رہا ہوں آپ اس کے گواہ بن جائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا : ''بشیر! کیااس کے علاوہ بھی تمہاری اولاد ہے؟''، عرض کیا: جی ہاں! فرمایا : ''کیا سب کو تم نے اتنا ہی دیا ہے؟''، عرض کیا کہ نہیں، فرمایا : ''تو مجھے گواہ نہ بناؤ، میں ظلم کا گواہ نہیں بنوں گا'' (صحیح مسلم، کتاب الہبات، باب کراہۃ تفضیل بعض الاولاد فی الہبۃ :۱۱/۵۷)۔

۳۶— خاندان کے سب افراد مندرجۂ ذیل باتوں کا ترتیب کے ساتھ اہتمام کریں:

۱— تقرب الی اللہ کا اعلی درجہ ہونا

۲— سماج کے تمام لوگوں کے ساتھ اعلی ترین اخلاق سے پیش آنا

۳— گھر میں تعلیم کا اعلی معیار قائم کرنا

۴— مالی اعتبار سے آسودہ حال ہونا

اگر ہم غور کریں تو یہ ترتیب حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی دعا میں بھی موجود ہے، آپؑ نے اللہ تعالی سے یہ دعا مانگی تھی:

{ رَبَّنَا اِنِّیۡ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِیۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ، رَبَّنَا لِيُقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهۡوِیۡۤ اِلَيۡهِمۡ وَارۡزُقۡهُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُوۡنَ } (ابراہیم:۳۷)۔

(اے ہمارے رب! میں نے اپنی ذریت کو آپ کے بیت الحرام کے پاس بے گیاہ وادی میں ٹھہرا دیا ہے، اے ہمارے رب! اسلئے کہ لوگ یہاں نماز قائم کریں، لہذا آپ لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دیں کہ وہ شوق میں ان کے پاس آئیں، اور ان کو ثمرات (رزق) سے نوازئے تا کہ آپ کے شکر گذار بنیں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اس دعا میں اللہ کے تعلق کو انسانوں کے تعلق پر مقدم رکھا ہے، اور دنیوی پہلو سے پہلے اہل دل (یعنی اہلِ ایمان) کے تعلق کو ذکر فرمایا ہے اور

مادی پہلو کو بھی آخر میں ایمانی پہلو سے جوڑ دیا ہے اور ''وارزقهم من الثمرات'' کے بعد ''لعلهم یشکرون'' کہہ کر مال ورزق سے اللہ کے شکر وثنا کا ربط قائم کیا ہے۔ یقیناً ہر مسلم خاندان کے لئے یہی سب سے متوازن آئیڈیل اور نمونہ ہے۔

۳۷- گھر کے افراد کو مندرجہ ذیل پانچ تعلیمی ذمہ داریوں کو بھی اہتمام سے پورا کرنا چاہئے:

۱- روزانہ قرآن کی کچھ آیات کو حفظ کرنا

۲- جو سورتیں حفظ کر چکے ہیں ان کو دوہرانا

۳- آج اسکول میں جو پڑھا ہے اس کا مذاکرہ کرنا

۴- اسکول کا ہوم ورک کرنا

۵- اگلے دن کے سبق کی تیاری کرنا

درمیان میں اگر بچہ بور ہو رہا ہو یا تھکن محسوس کر رہا ہو تو تھوڑا وقفہ دینے میں کوئی حرج نہیں، البتہ ان باتوں کی تکمیل ضروری ہے، اس میں کسی صورت میں سستی نہ برتی جائے۔

۳۸- کھیل کود کے اوقات متعین کرنا:

پہلے بچے اپنا تعلیمی وتربیتی ہوم ورک مکمل کریں پھر ٹی وی، انٹرنٹ اور برقی کھیلوں (ویڈیو گیمز) وغیرہ سے لطف اندوز ہوں، اور وہ بھی گھر کے بڑے افراد کی موجودگی میں ہو، جو ساتھ ساتھ بچوں سے اچھے اور بُرے پروگراموں کے سلسلے میں گفتگو بھی کرتے رہیں، اور ان کے اندر ذاتی طور پر بُرے پروگراموں سے کنارہ کشی اور اچھے پروگراموں کے انتخاب کرنے کا جذبہ پیدا کریں۔

یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ والدین بچوں کے ساتھ پولس کی طرح پیش نہ آئیں، اور گھر میں یا باہر مستقل ان کا پیچھا نہ کرتے رہیں، اس سے کبھی کامیابی حاصل نہیں

ہوسکتی۔ بچوں کی اصلاح محض ذہن سازی اور خوفِ الٰہی سے ہی ہوسکتی ہے۔

۳۹ – اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے آپ کے ساتھ عزت واحترام کا سلوک کریں تو ان کی تربیت میں سب سے مؤثر طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کے دادا دادی، نانا نانی کے ساتھ عملی طور پر ایسا ہی سلوک کر کے دکھائیں۔ اس سے دین ودنیا دونوں میں اجر ملے گا، اور اولاد آپ کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے والی ہوگی۔

امام ہیثمیؒ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"**بروا آبائکم تبرکم ابناؤکم، وعفوا تعف نساؤکم**" (مجمع الزوائد، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی البر وحق الوالدین: ۸، ۲۵۷)۔

(اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کرے گی، خود عفت و پاکدامنی اختیار کرو، تمہاری عورتیں باعفت اور پاکدامن ہوجائیں گی)۔

نمبر ۵: بلوغ کے بعد سے عقل کی پختگی تک کا مرحلہ:

۴۰ – اس مرحلہ میں بنیادی چیز یہ ہے کہ بچوں کو اپنے ساتھ رکھیں، محبت سے ان کو نصیحت کرتے رہیں، ان کی غلطیوں کی اصلاح کرتے رہیں۔ ورنہ تو ان کو سمجھانا آپس میں بغض ونفرت، رسوائی اور دل آزاری کا باعث بنے گا۔

اس مرحلہ میں ضروری ہے کہ تمام امور پر نگاہ رکھیں، اعتماد سے کام لیں، حاکمانہ وسائل کا استعمال کریں، شخصیت سازی اور سماج کی اصلاح دونوں کی ذمہ داری کو محسوس کرائیں۔ غصہ، تیزی، سنگ دلی، اکھڑ پن، غفلت اور ٹال مٹول سے اجتناب کریں۔

۴۱ – یہ بھی ضروری ہے کہ معمولی غلطیوں سے چشم پوشی کریں خواہ وہ زیادہ ہی کیوں نہ ہوں، اور بڑی لغزشوں کے سدھارنے پر توجہ مرکوز رکھیں، تاکہ اہم اور نازک امور میں بھرپور

تربیت کا موقعہ مل سکے، ورنہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں میں لگے رہنے سے بڑی غلطیوں کی اصلاح کا موقعہ جاتا رہے گا۔

۴۲–تربیت میں کامیاب والدین اس مرحلہ میں اپنے بچوں کو یہ سکھا دیتے ہیں کہ ہر چیز کے انتخاب میں معیار کیا ہونا چاہئے، خواہ کسی سے دوستی کرنے کا معاملہ ہو، کسی کتاب کے پڑھنے کا معاملہ ہو، کسی کورس میں داخلہ لینے کا معاملہ ہو یا پھر شادی بیاہ اور شریک حیات کے انتخاب کا معاملہ ہو، وہ اولاد کو بلند معیار پر قائم کر کے ان تمام معاملوں کو ان کی صوابدید پر چھوڑ دیتے ہیں، وہ ان کو مجبور نہیں کرتے کہ تمہیں فلاں کورس کرنا ہے، یا فلاں یونیورسٹی میں ہی تعلیم حاصل کرنی ہے، یا فلاں کو ہی شریکِ زندگی بنانا ہے، بلکہ ان کی اولاد ان کے بنائے ہوئے ذوق کے مطابق اپنے کلی اختیار سے یہ سب طے کرتی ہے، ہاں وہ والدین سے مشورہ ضرور کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ ان کا انتخاب کتنا صحیح ہے اور ان کے انتخاب کے کیا نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

۴۳– عقل مند والدین خاص کر اس مرحلہ میں اپنے بچوں کے جسمانی اور ذہنی نشو ونما پر مستقل نظر رکھتے ہیں، اور دیکھتے رہتے ہیں کہ میڈیا، یاری دوستی، سماج اور سیاست حاضرہ کے ان پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں، ان چیزوں سے بہت سے ایسے جدید امراض اور مسائل متعلق ہوتے ہیں جن کا حل اور علاج موروثی طور پر باپ دادا اور خاندان کے قدیم طرز تربیت سے نہیں ہو پاتا، بلکہ ان میں موجودہ صورت حال کے مطابق راہ عمل نکالنی ہوتی ہے، جو والدین کے لئے ایک بڑا چیلنج ہوتا ہے۔

۴۴–زندگی کے ہر ہر عمل کے بارے میں اولاد کا یہ ذہن بنائیں کہ یہ عمل اللہ کو پسند ہے، یہ ناپسند ہے، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اس سے اللہ راضی ہوتے ہیں اور اس سے ناراض ہوتے ہیں، صرف کسی عمل پر بُری بات نی کہہ دینے کو کافی نہ سمجھیں جس سے بچے کے

ذہن میں صرف اتنا ہی آئے کہ اس کام سے لوگ ناراض ہوتے ہیں۔

۴۵- بالغ ہونے کے بعد ہمیں اپنی اولاد کو ان کی ذہنی، جسمانی، جنسی اور جذباتی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو بالغوں کے مسائل کی تعلیم دینی چاہیئے، اور فقہ اسلامی کا وہ حصہ ان کو بتانا چاہیئے جو طہارت، غسل، فرائض کی ادائیگی جیسے نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے متعلق ہے۔ ان مبارک تعلیمات سے اولاد کو نا آشنا رکھنا بڑی خطرناک بات ہے، اگر ہم ان تعلیمات سے ان کے ذہن کے تختی کو نہیں بھریں گے تو وہ ناپاک افکار و معلومات جو گھروں میں، اسکولوں میں، کلبوں میں اور دیواروں پر لگے ہوئے اشتہارات سے حاصل ہوتی ہیں ان کے ذہن کی خالی تختیوں کو بھر دیں گی۔

۴۶- عمر کے اس مرحلہ میں اچھی کارکردگیوں پر خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہوں، بچوں کی خوب تعریف کرنی چاہیئے اور سخت سے سخت مواقع سے گذرنے کے لئے ان کی ہمت افزائی کرنی چاہیئے، مسلسل لعن طعن کرنے اور ہمت پست کرنے والی باتوں سے گریز کرنا چاہیئے۔ اس سے ان کی صلاحیتوں کا اکثر حصہ برباد ہوجاتا ہے، اور وہ خود یا تو بیکار و نکمے ہوجاتے ہیں یا والدین کے خلاف سرکشی پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔

۴۷- عمر کے اس مرحلہ میں اولاد کو ان کے چھوٹے بھائی بہنوں، یار دوستوں یا رشتہ داروں کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے سخت پرہیز کرنا چاہیئے، کیونکہ اس کا ان کی نفسیات پر نہایت برا اثر پڑتا ہے۔

۴۸- عمر کے اس مرحلہ میں اگر اولاد کی چھوٹی غلطیوں پر نظر پڑ بھی جائے تو نظر انداز کردینا چاہیئے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ اگر بغیر تجسس کے والدین کو معلوم ہے کہ ان کے لڑکے یا لڑکی کے کسی جنس مخالف کے ساتھ کوئی تعلق ہے یا اس کی غیر شائستہ تصویریں ہیں یا عشقیہ خطوط ہیں تو ایسی صورت میں ان کی اس فروگذاشت سے تھوڑی چشم پوشی کرتے ہوئے ان کو

اللہ کا تعلق اور محبت یاد دلائیں، اور یہ کہ وہ ہر عمل پر رقیب اور نگراں ہے، پھر بھی اگر کوئی تبدیلی نہ ہو تو گھر کے ماحول سے ذرا باہر نکل کر گفتگو کریں، اور اس گفتگو میں یہ بہت ضروری ہے کہ خود اس طرح کے کام کے غلط ہونے کا اقرار کرے، اور اس طرح کی لغزشوں سے بچنے کے لئے عملی نظریہ پیش کرے، یا اس گھاٹی سے نکلنے میں اس کی مدد کرنے کے لئے اپنا تعاون پیش کرے۔

۴۹ – جب بھی اولاد کوئی مطالبہ یا فرمائش کرے، مثلاً فرمائش کرے کہ میں گاڑی چلاؤں گا، یا گھومنے کیلئے اپنے دوستوں کے ساتھ شہر سے باہر جانے کی اجازت طلب کرے یا اسی طرح کا کوئی اور مطالبہ کرے تو ہمیشہ ان کے مطالبہ کے ساتھ آپ بھی اپنا کوئی نہ کوئی مطالبہ اس طرح جوڑ دیں کہ وہ گھر کے تمام افراد کے سامنے اس کو تسلیم کرلیں، ایسا محسوس نہ ہونے دیں گویا آپ نے کوئی چیز ان پر تھوپ دی ہے۔

ایسے موقعہ پر اولاد سے قرآن کے ایک پارہ کے حفظ کرنے، تجوید کا کورس مکمل کرنے، امتحان میں اعلی کارکردگی دکھانے، کسی قسم کی کتاب کا مطالعہ کرنے، کسی جسمانی ورزش کے کھیل کود میں کامیابی حاصل کرنے، کسی عزیز یا دوست سے تعلقات بہتر کرنے یا کسی سماجی سرگرمی میں حصہ لینے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

۵۰ – اولاد کو عادت ڈالیں کہ وہ مثبت کاموں میں دولت خرچ کریں اور منفی کاموں میں پیسہ برباد نہ کریں، خیراتی کاموں میں شرکت کریں، یتیموں، فقیروں اور مسکینوں کی مدد کریں، مریضوں کی عیادت کریں، بزرگوں سے ملاقات کا معمول بنائیں، جنازوں میں شرکت کریں، خوشی کے موقعوں پر حاضر رہیں، اس طرح کہ ان کی موجودگی محض شرکت نہ ہو بلکہ اس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔

۵۱ – اس مرحلہ میں ضروری ہے کہ مختلف امور میں اولاد سے زیادہ سے زیادہ صلاح و مشورہ کیا جائے، ان کی رائے معلوم کی جائے، اسفار میں یا تفریحی پروگراموں میں ان پر کل ذمہ

داری ڈالی جائے، مہینہ میں گھر کے اخراجات چلانے کی ذمہ داری بھی کبھی کبھاران کو دی جائے، ان کے ذاتی بینک اکاؤنٹ ہوں، اور اگر ان پر پورا اعتماد ہوتو والدین کے اکاؤنٹ سے رقم نکالنے کے لئے ان کو دستخط کرنے کی اجازت بھی دینی چاہیے، یا کوئی جوائنٹ اکاؤنٹ کھول دیا جائے یا مشترک کریڈٹ کارڈ ہوجس کو فیملی کے تمام ممبران استعمال کرسکتے ہوں۔ ان چیزوں سے اولاد میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے، میانہ روی کی اور اسراف وفضول خرچی نہ کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

۵۲ــ بار بار اس بات کوملحوظ رکھنا چاہئے کہ آپ کے گھر کے ماحول میں سب سے مقدم جن باتوں کو رکھا جائے وہ یہ ہیں کہ اللہ کے تعلق کوترقی دی جائے ،لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آئیں، تعلیم میں فائق ہوں، اور یہ شرط ہے کہ والدین خاص طور پر ان امور میں عملی نمونہ پیش کریں، ان کو چاہئے کہ ایسا ماحول بنانے کے لئے وہ مذہبی سرگرمیوں میں حصہ لیں، مسجد کے اعمال میں شریک ہوں، تدبیری سرگرمیوں میں حصہ لیں، ان کے تعلقات خاندان سے اور معاشرہ سے مضبوط ہوں، محبت اور تعاون کی بنیاد پر ہوں، انھیں جدید تربیتی و تدریبی کورسز اور پروگرامز میں داخلہ لینا چاہئے، تاکہ اولاد کومحسوس ہو ان کی تربیت عمدہ تربیتی اصولوں پر ہورہی ہے نہ کہ صرف زبانی حد تک۔

۵۳ــ گھر کے افراد کی ہمت و وسعت کے مطابق نئے نئے پروجیکٹ بنائیں، جیسے مکمل حفظِ قرآن، ریاض الصالحین کے ہر باب کی ایک حدیث، سیرت نبوی کا مطالعہ، خلافتِ اسلامی اور اسلامی تہذیب وتمدن کی تاریخ کا مطالعہ، یتیموں کی ایک مخصوص تعداد کی کفالت اور تعاون، علاقہ کی تمام مساجد میں نمازوں کی ادائیگی (تاکہ وہ قیامت میں ہمارے لئے گواہی دیں)، روزہ داروں کو افطار کرانا، رمضان کے لئے مخصوص فنڈ متعین کرنا، ہسپتالوں میں جاکر مریضوں بیماروں کی عیادت کرنا، علماء واساتذہ سے ملاقات کرنا، پریشان حال لوگوں سے مل کر ان سے خوش کرنے والی اور امید جگانے والی گفتگو کرنا، راستہ سے تکلیف چیزوں کا دور کرنا، نشہ

خورانی کے خلاف تحریک چلانا، ذہین ومحنتی طلبہ کی کفالت کرناوغیرہ وغیرہ۔

اس طرح کے کاموں میں لگ کر ہمارے خاندان کے افراد اپنے فارغ اوقات میں بھی خیر اور نفع کے کاموں میں مشغول رہیں گے۔علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"**صدقة السر تطفئ غضب الله، و صنائع المعروف تقی مصارع السوء و صلة الرحم تزيد فی العمر**" (جامع المسانید والمراسیل،حرف الصاد،الاکمال من الجامع الکبیر،۵/۷۶)۔

(چھپ کر صدقہ دینااللہ کے غضب کو بجھاتا ہے،بھلائی کے کام بری اموات سے بچاتے ہیں،اور صلہ رحمی سے عمر میں برکت ہوتی ہے)۔

یہی راستہ ہے دنیا میں نیکی حاصل کرنے کا اور آخرت میں نور پانے کا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

"**وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ**" (حج:۷۷)۔

(خیر کے کام کروتا کہ فلاح پاؤ)۔

نمبر:۶ عقل کی پختگی سے جوانی تک کا مرحلہ:

۵۴- ماں باپ کی شفقت ومحبت

اولاد، خواہ جسمانی اعتبار سے کتنی لمبی چوڑی ہوجائے، اور علم میں کتنا ہی آگے بڑھ جائے، اور ان کی سر گرمیاں اور مصروفیتیں کتنی ہی پھیل جائیں، اس کے باوجود ان کو والدین کی شفقت ومحبت کی ضرورت ہوتی ہے، ان سے ان کو عزت ملتی ہے اور وہ ان پر فخر کرتے ہیں، اور ان کی حرص ہوتی ہے کہ ان کی اولاد ان سے زیادہ نیک، صالح، اور علم واخلاق میں، نیک بختی اور ترقی میں ان سے برتر ہو، اور صبح وشام، تنگی وخوشحالی میں اللہ سے مانگنے والی ہو۔

۵۵۔ اولاد کو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے حصول کا شوق دلائیں

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد والدین کو چاہئے کہ قوم و وطن کی خدمت کے لئے اور خود اپنی بہتری کے لئے اولاد کو اعلیٰ تعلیم کا شوق دلائیں۔ اس زمانہ میں، جو معلوماتی انقلاب (انفارمیشن رِوولوشن) کا زمانہ ہے نئی مسلمانوں کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

عمر کے اس مرحلہ میں والدین کو چاہئے کہ اولاد کو ہر وہ چیز سکھائیں جن سے ان کو معاشی استحکام حاصل ہو، اور پاکیزہ زندگی گذارنے اور نکاح کرنے میں ان کا پورا تعاون کریں۔ ان کو اپنی پسند پر مجبور نہ کریں لیکن اچھے اور صالح نوجوانوں کی مثالیں ان کے سامنے پیش کریں، اور اپنی تربیت اور ذہن سازی سے اس بات کو یقینی بنائیں کہ وہ شریعت وعرف کے صحیح معیار کے مطابق ہی اپنے لئے شریک حیات کا انتخاب کریں، جو دینی و اخلاقی اعتبار سے ان سے کم نہ ہو، اس کے بعد والدین کا کام صرف اتنا رہ جاتا ہے کہ اگر ان کا انتخاب مذکورہ بالا معیار کے مطابق ہے تو ان کا ساتھ دیں اور بس۔

۵۶۔ رشتہ طے کرنے میں غیرت وحمیت سے پرہیز کریں۔

جب بیٹے کا رشتہ لے کر جائیں یا بیٹی کا رشتہ آئے تو والدین کو چاہئے کہ (بیٹے یا بیٹی اور اس کے منگیتر کے مابین تعلق کو دیکھ کر) غیرت وحمیت کا مظاہرہ نہ کریں، جس کو وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں، اولاد کے لئے مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ پریشان ہوتے ہیں کہ اپنے شریکِ زندگی کو راضی کریں یا اپنے والدین کو۔ والدین کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مرحلہ میں اولاد کے احساسات وجذبات میں غیر اختیاری طور پر تبدیلی آتی ہے اور کسی بلندی سے ڈھلکتے آبشار کی طرح وہ اپنے شریک حیات کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ یقیناً یہ اللہ کی رحمت اور اس کی حکمت ہی ہے کہ دو جدا انسان ایک دوسرے کے بالکل قریب آجائیں اور انسانی زندگی کا کارواں چلتا رہے۔

۵۷– شادی کے بعد علیحدہ نظام زندگی

یہ نہایت اہم بات ہے جس کو میں پوری قوت کے ساتھ کہوں گا کہ جب بیٹے یا بیٹی کی شادی ہوجائے تو والدین کو چاہئے کہ ان کو خود ان کی زندگی کا نظام چلانے کا موقعہ دیں، اور ہلکی پھلکی نصیحت کے علاوہ مداخلت نہ کریں، ان پر اپنا نظام نہ تھوپیں، نہ ان سے ان کی باہمی زندگی کی تفصیلات پوچھیں، اس سے دونوں ہی کو تکلیف پہنچ سکتی ہے۔ اور ہوسکتا ہے کہ میاں بیوی کے رشتوں میں دراڑ پڑ جائے جو آگے چل کر پورے گھر پر اثر انداز ہو، جس سے بعض مرتبہ طلاق وعلیحدگی کی نوبت آجاتی ہے، اور یقینا کوئی والدین اپنی اولاد کے لئے یہ نہیں چاہیں گے۔ ہاں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ والدین جب ضرورت ہو تو ان کو نصیحت بھی نہیں کرسکتے اور ان کے باہمی نزاع کو ختم نہیں کراسکتے۔

۵۸– گذشتہ سطور سے معلوم ہو چکا ہے کہ شادی کے بعد اولاد کے علیحدہ اور مستقل نظامِ زندگی کی کتنی اہمیت ہے، بایں طور کہ ان کا اپنا بینک اکاؤنٹ ہونا چاہئے، وہ اپنی خواہش ومرضی کے مالک ہوں، والدین ان کی شادی یا ازدواجی زندگی میں تعاون کرسکتے ہیں، لیکن یہ ان کیلئے بالکل مناسب نہیں کہ ان کی زندگی کے ہر چھوٹے بڑے مسئلہ میں وہ ان پر اپنا حکم چلائیں یا لعن طعن کریں، کیونکہ اس سے دلوں میں کینہ پیدا ہوتا ہے اور اعمال برباد ہوتے ہیں۔

۵۹– شادی کے بعد اولاد سے ملنے ملانے کے آداب

اولاد کی شادی اور الگ قیام کے بعد والدین کا ان سے ملنے ملانے جانا شرعی وسماجی فریضہ ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ زیادہ ملنے ملانے سے ان پر بوجھ نہ بن جائیں۔ ہیثمی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہتے ہیں کہ مجھ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"**زر غبا تزدد حبا**" (مجمع الزوائد للہیثمی، کتاب الادب، باب جواز الشعر و الاستمتاع لہ، ۲۳۵/۸)۔

(ناغہ کر کے ملا کرو، اس سے محبت بڑھتی ہے)

شادی شدہ اولاد کے ذاتی معاملات میں بھی مداخلت نہیں کرنی چاہیئے، اور ان کی اولاد کے تربیت کے انداز میں دخل دینا چاہیئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا خوب تعلیم دی ہے، فرماتے ہیں:

"**مر ذوی القربی ان یتزاوروا و لا یتجاوروا**" (احیاء علوم الدین للامام الغزالی، کتاب آداب الألفة والاخوة والصحبة: ۲/ ۱۷۴)۔

(رشتہ داروں کو چاہیئے کو ایک دوسرے سے ملتے رہا کریں لیکن اس میں دوسروں پر زیادتی نہ کریں)۔

۶۰ — اولاد کی اولاد کے ساتھ مربیانہ محبت

بہت اچھی بات ہے کہ بچوں کو اپنے دادا اور نانا سے بھی پوری محبت اور بھرپور توجہ ملے، لیکن یہ بھی شرط ہے کہ بچے ان کو اپنی جائے پناہ نہ بنالیں اور والدین کی تعلیمات و اوامر کو پورا کرنے کے بجائے ان کے خلاف سرکش ہوجائیں۔

عربی زبان میں کہاوت ہے:

"**أمر مبكياتك لا أمر مضحكاتك**"

(یعنی جو بڑے تمہیں (اپنی مار پیٹ یا لعن طعن) سے رُلائیں ان کی بات مانو، اور جو تمہارا لاڈ اٹھائیں اور خوش کرنے والی باتیں کریں ان کی بات نہ مانو)

یہ جملہ ام حکیم نے اپنی چھوٹی سی بیٹی سے کہا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ وہ اپنی پھوپھی کے پاس نہیں جاتی جو اس کی تربیت کے درپے رہتی ہیں، اور اپنی خالہ کے پاس خوب شوق سے جاتی ہے جو اس کے ناز اٹھاتی ہیں، اور تب ہی سے ان کا یہ جملہ اہل عرب میں ایک مثل بن گیا۔

خلاصہ

(۱) اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ انسان ضعیف ہے اور اولاد کا حاجت مند ہے۔

(۲) اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اولاد اللہ کا فضل، نعمت اور اس کا احسان ہے، اس کا حصول انسان کی دسترس اور طاقت سے باہر ہے۔

(۳) اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ بری اولاد بعض مرتبہ اللہ کا انتقام بھی ہوتی ہے۔

(۴) اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اولاد صدقۂ جاریہ اور آگ سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۵) اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اولاد قیامت کے دن ہمارے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

(۶) اس بات کا عقیدہ رکھنا کہ اولاد کی محبت اللہ تعالی کی محبت سے جڑی ہوئی ہے۔

(۷) والدین کا اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہونا اور گڑ گڑا کر دعائیں کرنا کہ اللہ تعالی ہمارے پورے خاندان کو فردوس اعلی میں داخل فرمائے۔

(۸) اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کی پوری کوشش کرنا، اللہ کے رنگ میں رنگنا، شیطان کا مقابلہ کرنا اور نفس کشی کرنا۔

(۹) میاں بیوی دونوں کا پاک دامنی اور عفت اختیار کرنا۔

(۱۰) رشتہ کی تلاش میں صرف شریک حیات ہی نہیں بلکہ اولاد کے لئے بہتر سے بہتر مربی کی جستجو کرنا۔

(۱۱) اولاد کی تربیت واصلاح میں، ان کی پیدائش سے قبل ہی والدین کا قلبی محبت، عقلی مفاہمت اور جسمانی تعلق میں ایک واضح رویہ طے کرلینا۔

(۱۲) مستقل اللہ تعالیٰ سے رقت آمیزی، آہ زاری عاجزی اور امید کے ساتھ دعائیں کرنا۔

(۱۳) زوجین کا باہمی معاشرت کے دوران مستقل اللہ کو یادرکھنا۔

(۱۴) حالتِ حمل کے دوران شوہر کا بیوی کے ساتھ محبت ونرمی کا رویہ اختیار کرنا۔

(۱۵) حالتِ حمل میں کثرت سے تلاوتِ کلام پاک اور اوراد ووظائف کی پابندی کرنا۔

(۱۶) بچوں کی پیدائش وتربیت کے سلسلے میں تجربہ کار اور سائنسی معلومات رکھنے والے ماہرین یا تدریبی کورسز سے استفادہ کرنا۔

(۱۷) بچے کی بخیر وعافیت ولادت پر اللہ کا شکر اور اس کی حمد وثنا کرنا۔

(۱۸) ولادت کے موقعہ پر جو سنت اعمال ہیں ان پر عمل کرنا۔

(۱۹) مدت رضاعت پوری کرنے کی کوشش کرنا۔

(۲۰) بچوں کی نشو ونما میں ان کے کھیل کود کو اہمیت دینا۔

(۲۱) اولاد کو اللہ تعالیٰ کی الوہیت سے پہلے اس کی ربوبیت کی تعلیم دینا۔

(۲۲) بچوں کو نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے قصے بتانا۔

(۲۳) اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے ساتھ اس کی ربوبیت کو ان کے ذہنوں میں پیوست کرنا۔

(۲۴) بہترین انداز میں اخلاق فاضلہ کی تعلیم دینا۔

(۲۵) مسجد میں، علمی مجالس میں اور تحفیظ کے حلقوں میں بچوں کو ساتھ لے جانا۔

(۲۶) اولاد کے لئے تعلیم گاہ کے انتخاب میں خوب غور وخوض اور سخاوت سے کام لینا۔

(۲۷) اچھی صحبت کا ماحول اولاد کے لئے مہیا کرنا۔

(۲۸) گھر میں مشاورتی مجلس قائم کرنا۔

(۲۹) اولاد کی قدرتی وفطری صلاحیتوں اور مہارتوں کو معلوم کرنا۔

(۳۰) دو ہفتوں میں کم از کم ایک بار ماں یا باپ کا بچے کو لے کر گھر سے باہر کسی تفریح یا کام سے جانا۔

(۳۱) کسی بات پر سرزنش کرنی ہو تو محبت وشفقت کے جذبہ کے ساتھ کرنا۔

(۳۲) بچوں کی جسمانی وذہنی نشوونما پر نظر رکھنا۔

(۳۳) خادماؤں یا نوکروں پر بچوں کی تربیت نہ چھوڑنا۔

(۳۴) گھر کے دوسرے بڑے کوئی غلط کام کریں یا غلط بچوں کی تربیت میں غلط رویہ اختیار کریں تو شرعی اصولوں سے رجوع کرنا۔

(۳۵) سب اولاد کے ساتھ برابری اور مساوات کا سلوک کرنا اور سب کے لئے یکساں خرچ کرنا۔

(۳۶) گھر کی مشاورتی مجلس میں ترجیحی امور پر سب کا متفق ہونا۔

(۳۷) گھر کی مشاورتی مجلس میں بچوں کے ہوم ورک کی پابندی پر سب کا متفق ہونا۔

(۳۸) بچوں کے لئے کھیل کود کے اوقات کی تعیین کرنا۔

(۳۹) والدین کا اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا اور ان کی نگہداشت کرنا۔

(۴۰) بچوں کو تنہا نہ چھوڑنا، ان کی غلطیوں کی خیر خواہانہ اسلوب میں تصحیح کرنا۔

(۴۱) چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظرانداز کرنا اور بڑی غلطیوں پر توجہ مرکوز رکھنا۔

(۴۲) تعلیم گاہ کے انتخاب میں، دوستوں کے انتخاب میں، کورسز کے انتخاب میں اور

اسی طرح شریکِ حیات کے انتخاب میں بچوں کو صحیح معیار سے آشنا کرانا۔

(۴۳) عمر کے اس مرحلہ میں بچوں کے اندر پیدا ہونے والی نفسیاتی وجسمانی تبدیلیوں کو ملحوظ رکھنا۔

(۴۴) تمام حرکات وسکنات کو جائز وناجائز کے طور پر متعارف کرانا۔

(۴۵) فقہ اسلامی کے مطابق بلوغت کے احکامات کی پاکیزہ انداز میں تعلیم دینا۔

(۴۶) اچھی کارکردگیوں پر خواہ چھوٹی ہی کیوں نہ ہوں بچوں کی ہمت افزائی اور تعریف کرنا۔

(۴۷) دوستوں اور ملنے ملانے والوں کے سامنے بچوں کو طعن وتشنیع کرنے سے گریز کرنا۔

(۴۸) دیکھنے کے باوجود بعض لغزشوں سے چشم پوشی کرنا۔

(۴۹) بچوں کی فرمائشوں کو پورا کرتے وقت اپنا بھی کوئی مطالبہ پیش کر دینا۔

(۵۰) اولاد کو اچھی کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالنا، اور غلط جگہوں پر خرچ کرنے سے روکنا۔

(۵۱) ہر موقعہ پر بچوں سے صلاح ومشورہ لینا۔

(۵۲) ترجیحی امور کے سلسلے میں سب گھر والوں کو مسلسل یاد دہانی کراتے رہنا اور تاکید کرتے رہنا۔

(۵۳) خاندانی پیمانہ پر اچھے کاموں کے منصوبے اور پروگرام بنانا جو ہر ایک کی حیثیت واستطاعت کے لحاظ سے مناسب ہوں۔

(۵۴) بچوں کے جوان ہونے کے باوجود ان کو پدری و مادری شفقت ومحبت سے محروم نہ کرنا۔

(۵۵) حصول علم کو جاری رکھنے پر اولاد کو ترغیب دینا۔

(۵۶) اولاد کی شادی کے موقعہ پر اپنے جذبات کو لگام دینا۔

(۵۷) شادی کے بعد بچوں کو اس طرح نصیحت کرنا کہ ان کی ذاتی زندگی میں مداخلت نہ ہو۔

(۵۸) اقتصادی طور پر بچوں کی مدد کرتے رہنا اس طرح کہ وہ خرچ کرنے میں خود مختار رہیں۔

(۵۹) شادی کے بعد اولاد سے ملنے ملانے میں کمی رکھنا اور ان کے ذاتی امور میں مداخلت نہ کرنا۔

(۶۰) اولاد کی اولاد کے ساتھ محبت و نگہداشت کا معاملہ رکھنا۔

☆ ☆ ☆